اخبار

ایک نومسلم جاپانی پروفیسر ادارہ میں

"میری پیدائش جاپان کے ایک بدھ گھرانے میں ہوئی۔ لیکن بچپن سے ہی بدھ مت میں میرے لئے کوئی دلچسپی کا سامان موجود نہ تھا۔ اور نہ اس کے طریقہ عبادت اور دوسری رسوم کے ساتھ مجھے کوئی زیادہ لگاؤ تھا۔ شعور کی عمر کو پہنچنے تک عیسائیت کا مجھ پر بڑا گہرا اثر تھا۔ اور جاپان میں عیسائیت کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کام کرنے والے عیسائی مشن اپنی پوری کوششوں کے ساتھ مجھے عیسائیت قبول کرنے کی طرف مائل کرنے میں مصروف تھے۔ اور میرے کالج کے زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب میں عیسائیت قبول کرنے کی طرف تقریباً آمادہ ہو چکا تھا۔ اسی دوران ایک ایسے مذہب کی وہ کتاب میرے ہاتھ لگی جس پر اس مذہب کی بنیاد ہے۔ اور جس مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہمارے ملک میں کوئی انتظام بھی نہیں۔ وہ کتاب قرآن تھی، جس کا انگریزی ترجمہ میرے ہاتھ لگ گیا۔ میں نے اسے شروع سے آخر تک بار بار پڑھا، اس کی بنیادی تعلیمات اور عالمگیر اصولوں پر غور کیا، چنانچہ اس کتاب پر گہرے غور و خوض کے نتیجے میں وہ چیز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، جو نہ مجھے میرے آبائی مذہب بدھ مت میں مل سکی تھی اور نہ عیسائیت ہی میں مجھے اس کا سراغ مل سکا تھا۔ چنانچہ اس حقیقت کے منکشف ہوتے ہی میں نے اسلام قبول کر لیا"

یہ بیان ایک جاپانی پروفیسر کا ہے، جو ۱۹ ستمبر ۱۹۶۸ء کو ادارۂ تحقیقات اسلامی میں تشریف لائے۔ آپ کا ابتدائی نام TOSHIO KURODA ہے، اور آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام ہشام رکھا ہے۔ آپ جاپان کے مشہور شہر ٹوکیو کی KEIO یونیورسٹی میں انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز میں پروفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اور آج کل مسلم ممالک کے دورے پر ہیں۔ پاکستان میں تشریف لانے سے پہلے آپ شمالی افریقہ اور دوسرے عرب مسلم ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔

پروفیسر ہشام نے اپنے دینی تجربات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بدھ مت سے وہ اس لئے مطمئن نہ ہو سکے کہ

اس میں سوائے استغراق و انہماک کے کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کی روحانیت کو پوری طرح مطمئن کر سکے، اور اس میں فنا ہی فنا ہے۔ عیسائیت کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس میں لامحدود کو اتنا محدود کر دیا گیا ہے کہ عملاً انسانوں میں سے ایک انسان (حضرت مسیحؑ) کی پرستش کو دین کا محور تصور کر لیا گیا ہے۔ اور خالق و مالک کی جگہ مخلوق اور بندے کو معبود کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ لیکن اسلام میں نہ تو بدھ مت کی طرح صرف استغراق ہی استغراق ہے اور نہ اللہ کے تصور کو اتنا پُرپیچ بنا دیا گیا ہے کہ ایک انسان عملاً خدا کی حیثیت اختیار کر گیا ہے بلکہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلام کا تصورِ اللہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ اس میں افراط و تفریط کے بجائے ایک توازن ہے جو بالکل فطری معلوم ہوتا ہے۔ اسلام میں توحید کا تصور اتنا جاندار اور جامع ہے کہ مذاہب عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور توحید کا یہ تصور ہی دراصل اسلام کو باقی ادیانِ عالم سے ممیز کرتا ہے۔ اسلام میں رسول اللہؐ کی حیثیت ایک رسول کی ہے۔ جس میں الوہیت کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ اسلام کے یہ سادہ مگر واضح اور جامع تصورات ہی اس کی جان ہیں، اور ایک غیر مسلم دانش ور کے لئے ان میں بہت بڑی کشش ہے۔

ایک سوال کے جواب میں پروفیسر موصوف نے بتایا کہ اسلام میں ان کے لئے سب سے پُرکشش بات یہ تھی کہ اس کی تعلیمات بڑی عالم گیر اور جامع ہیں۔ اسلام کی بنیاد کسی انسانی فکر کے بجائے الٰہی تعلیمات پر ہے۔ اور تاریخ اسلام میں قرآنی اصولوں کی جو تعبیر و تشریح ہوئی ہے، اسلامی تعلیمات کی رو سے وہ صرف انسانی کاوشیں ہیں، جن کو دوبارہ لعینہٖ نافذ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن تشکیلِ جدید کے سلسلے میں ان سے بڑا مفید کام لیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس کی بنیادی تعلیمات میں بڑی لچک ہے۔ اور ان میں اتنی قوت ہے کہ وہ ہر زمانے کا ساتھ دے سکیں۔ اس کے مقابلے میں دوسرے مذاہب میں خدائی اور انسانی تعلیمات کو اس طرح خلط ملط کر دیا گیا ہے کہ اب ان سے خالص خدائی تعلیمات کا سراغ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔ اسی لئے وہ مذاہب دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں، لیکن اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں خدائی اور انسانی تعلیمات الگ الگ ہیں۔ اسی لئے خدائی تعلیمات جو جاندار اور متحرک ہیں، دورِ جدید کے مسائل کو حل کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہیں، صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح قرونِ اولیٰ کے فقہاء نے خدائی تعلیمات کو اپنے زمانے کے تقاضوں کی روشنی میں اپنایا تھا، ان کی اُس دَور کے حالات کے مطابق تشریح و تعبیر کی تھی، موجودہ دَور میں اس کام کو دُہرایا جائے۔

اس سوال کے جواب میں کہ آپ نئے نئے مسلمان ہیں، اور آپ نے اسلامی دنیا کا دَورہ بھی کیا ہے، آپ کے

خیال میں دورِ جدید میں اسلام کو پھر سے ایک متحرک اور جاندار دین کی حیثیت سے پیش کرنے کے لئے کیا کیا ذرائع استعمال کرنے چاہئیں اور مسلمانوں کو اس سلسلے میں آپ کا مشورہ کیا ہے ؟ ۔ انہوں نے بتایا میں کسی اسلامی ملک کے مسلمانوں کو کوئی مشورہ دینے سے تو قاصر ہوں کہ وہ کیا کریں ۔ البتہ اس سلسلے میں جو کچھ جاپان میں ہونا چاہیئے، وہ بیان کرتا ہوں ۔ میرے نزدیک اگر اسلام کو جاپان جیسے ملک میں پیش کیا جائے تو اس کی ابتدا اسلام کے ان ہمہ گیر اصولوں کی تبلیغ سے ہونی چاہیئے ۔ جو عام انسانی بہبود کے لئے اس کی تعلیمات میں ودیعت کئے گئے ہیں ۔ ضرورت ہے کہ جاپانی لوگوں کو سب سے پہلے یہ بتایا جائے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں اللہ کی توحید پر ایمان لانے کے بعد انسانی وحدت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ یعنی جس طرح سب انسانوں کا خالق و مالک ایک ہے، اسی طرح تمام انسان بھی ایک ہیں ۔ ان میں کسی طرح کی تفریق نہیں ہے ۔ رنگ، نسل اور دولت وغیرہ کی کوئی ایسی خصوصیت نہیں جو ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشتی ہے ۔ اسی طرح اسلام کے مساوات اور عدل و انصاف وغیرہ اصولوں کو نمایاں طور پر پیش کیا جائے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جاپانی لوگ اسے کسی خاص خطے یا کسی خاص قوم کا دین سمجھنے کے بجائے اسے عام انسانی دین سمجھنے لگیں گے، اور اس طرف مائل ہوتے چلے جائیں گے ۔ جب جاپانی لوگ اسلام کی ان عام بنیادی تعلیمات سے واقف ہو جائیں گے ۔ تو اس کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا فلسفہ بھی ان کی سمجھ میں آنے لگے گا ۔ انھوں نے کہا جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اسلام اپنی تعلیمات میں تدریج کو بہت اہمیت دیتا ہے ۔ اور یہی اسوۂ رسولؐ بھی ہے ۔ لیکن انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ اس وقت مسلمانوں نے تدریج کا یہ اُصول بھلا دیا ہے ۔ اور ان میں سے بعض اتنے رجعت پسند اور تنگ نظر ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام پیش کرنے کے بجائے اُسے دوسروں پر ٹھونسنے کے عادی ہیں ۔ جس سے اسلام سے محبت پیدا ہونے کے بجائے، ان مسلمانوں کے طریقِ تبلیغ کی وجہ سے نفرت پیدا ہو رہی ہے ۔

جاپان میں تبلیغِ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ شروع اسلام سے لے کر اب تک اس سلسلے میں اس ملک میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی منظم کوشش نہیں کی گئی ۔ اس کے مقابلے میں عیسائیت تقریباً چودہ سو سال سے بڑے منظم اور مرتب طریق سے عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف ہے ۔ اس کے مبلغین بڑے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوتے ہیں ۔ وہ ایک لمبے عرصہ تک وہاں رہ کر وہاں کے مقامی رسم و رواج اور عادات و خصائل کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ وہاں کے لوگوں کی نفسیات اور ان کے مزاج سے گہری واقفیت حاصل کرتے ہیں ۔ اور اس طرح وہاں کے مقامی لوگوں کا اعتماد

حاصل کر کے ان میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اُنھوں نے بتایا کہ عیسائیت صدیوں کی انتہائی کوششوں کے باوجود وہاں مقبول نہیں ہو سکی اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کے عرصے میں وہ جاپان کی کل آبادی کا صرف آٹھ فی صد عیسائی بنا سکے ہیں۔

پروفیسر موصوف نے بتایا کہ اس وقت جاپان میں مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔ لیکن ان کے خیال میں یہ تھوڑی سی تعداد بھی کسی مسلمان تبلیغی جماعت کی مرہونِ منت نہیں، بلکہ ان میں سے بیشتر وہ لوگ ہیں، جو اپنے کاروباری سلسلے میں مسلم ممالک میں مختلف وقتوں میں جاتے رہے اور اس طرح اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر آپ سے آپ اسلام قبول کرتے رہے۔ پروفیسر ہشام نے کہا کہ حال ہی میں کچھ لوگ پاکستان سے تبلیغِ اسلام کے لئے وہاں گئے ہیں۔ لیکن تبلیغی جماعت کے ان مبلغین کا جاپانی لوگوں پر کچھ اچھا اثر نہیں پڑا۔

پروفیسر ہشام نے بتایا کہ پورے جاپان میں صرف دو مسجدیں ہیں۔ اور ٹوکیو جیسے بڑے شہر میں جہاں چند مسلمان ہیں۔ اور وہ بھی پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں، ایک جگہ جمع ہونا بڑا مشکل ہے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک سے جاپان میں ایسے مبلغین جانے چاہئیں جو اسلام کو ایک متحرک اور جاندار دین کی حیثیت سے پیش کر سکیں۔ اُنھوں نے امید ظاہر کی کہ اگر اسلام کے ایسے مبلغین جاپان میں جائیں جو اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید معاشرتی علوم سے بھی واقف ہوں تو جاپان میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل سکتا ہے۔

پروفیسر ہشام نے اسلام قبول کرنے کے بعد ساڑھے تین سال قاہرہ میں گزارے، اب وہ عربی زبان پر پورا پورا عبور رکھتے ہیں۔ وہ شیخ محمد عبدہٗ کی کتاب التوحید اور دوسری کتابوں سے بڑے متاثر ہیں۔

محمد یوسف گورایہ